دینی مدارس میں تخصص اور اعلیٰ تعلیم وتحقیق

ڈاکٹرمحمود احمد غازی سابق صدر بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد

دینی مدارس میں درجات تخصص کا قیام اور اسلامی علوم وفنون کی اعلیٰ تعلیم وتحقیق کا بندوبست وقت کی ایک ایسی اہم اور فوری ضرورت ہے جس کی اہمیت اور فوری نوعیت کے بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ غالبا یہی وجہ ہے کہ بہت سے مدارس میں درس نظامی کے بعد تخصص اور تکمیل کے شعبے گزشتہ چند عشروں کے دوران کثرت سے قائم ہوئے ہیں۔ تخصص اور تکمیل کے یہ شعبے عموما تفسیر، فقہ، فتویٰ اور تجوید وقرأت کے میدانوں سے متعلق ہیں۔ بلا شبہ یہ شعبے مفید کام کررہے ہیں اور ان کی موجودگی سے اسلامی تخصصات کی اہمیت کا احساس بڑھا ہے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی بھی شعبے سے تخصص کے وہ مقاصد اب تک کما حقہ پورے نہیں ہو سکے جس کی آج ملک وملت کو شدید ضرورت ہے۔

تخصص کے شعبہ کا مقصد درج ذیل قسم کے اصحاب کی تیاری ہونا چاہیے:

۱۔ نمایاں اسلامی علوم (تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اسلامی معاشیات) کے اعلیٰ مضامین کی تدریس کے لئے ایسے اساتذہ کی تیاری جو ان مضامین کی اعلیٰ سطح پر کما حقہ تعلیم دے سکیں اور دینی مدارس کے طلبہ کو آنے والے چیلنجوں اور خطرات کا سامنا کرنے کے لئے تیار کرسکیں۔

۲۔ ایسے علمائے کرام کی تیاری جو ملکی جامعات اور عصری تعلیمی اداروں میں اعلیٰ سطح پر اسلامی علوم کی تدریس کی ذمہ داریاں کامیابی سے انجام دے سکیں اور وطن عزیز میں نفاذ اسلام کے عمل کی موثر رہنمائی کرسکیں۔

۳۔ ایسے اہل علم اور اصحاب تخصص کی تیاری جو اسلامی علوم کے بارے میں پیدا کی جانے والی بدگمانیوں اور اسلامی عقائد واحکام کے بارے میں کیے جانے والے اعتراضات کا مدلل اور تسلی بخش جواب دے سکیں۔

۴۔ ایسے اہل علم کی تیاری جو اپنی عمیق دینی مہارت کی بنیاد پر مغربی علوم وفنون کا ناقدانہ جائزہ لے سکیں اور مغربی افکار وتصورات کا اسلامی شریعت کی روشنی میں تنقیدی مطالعہ کر کے ان کے رطب ویابس کو الگ الگ کرسکیں۔

☆ عام کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ عام مخصوص البعض ۲۔ عام غیر مخصوص البعض۔ ☆

اس وقت صورتحال یہ ہے کہ دینی مدارس کے نظام اور نصاب میں ان میں سے کسی بھی ضرورت کی تکمیل کا کوئی بندوبست نہیں۔ تفسیر میں تخصص کے شعبے متعدد مدارس میں قائم ہیں، لیکن وہ چند ماہ میں پورا قرآن حکیم کسی ایک استاد یا مفسر کے طرز تفسیر کے مطابق سرسری طور پر پڑھا دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان تفسیری پروگراموں کے فارغ التحصیل اصحاب زیادہ سے زیادہ اپنے شیخ کے طرز پر عوامی یا مناظرانہ انداز کا درس قرآن دینے کے قابل تو ہو سکتے ہیں لیکن ان پروگراموں کے نتیجے میں وہ علوم قرآن، ذخائر تفسیر، تفسیر کے مہتم بالشان مسائل، مناہج مفسرین، دور جدید میں قرآن پاک پر کئے جانے والے اعتراضات اور شبہات، تاریخ تدوین قرآن اور ان جیسے امہات مسائل سے اکثر ناواقف ہی رہتے ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ آج قرآن پر از سرنو اعتراضات اور شبہات کی لہریں زور وشور کے ساتھ مشرق و مغرب میں پھیل رہی ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر وتشریح کے بارے میں طرح طرح کے شبہات عقلی و علمی انداز میں مشرق و مغرب میں اٹھائے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کی طرف سے ان روز افزوں اعتراضات اور شبہات کا مدلل اور سنجیدہ جواب دینے کے لئے جس طرح کے متخصص اہل علم درکار ہیں، وہ ناپید ہیں یہاں تک کہ خود مسلمانوں کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں نئے گمراہ کن اسالیب جگہ پا رہے ہیں اور مسلمان طلبہ کے ذہنوں کو پراگندہ و پریشان کر رہے ہیں۔

یہی حال حدیث اور فقہ کے تخصص کا ہے۔ علم حدیث کے وسیع ذخائر، علوم حدیث کے لامتناہی دفاتر اور معارف حدیث کے عمیق مباحث عموماً تخصص حدیث کے شعبوں میں بار نہیں پاتے۔ حدیث میں تخصص اور دو دو سال میں دورۂ حدیث کرنے والے طلبہ علوم حدیث کے امہات مسائل بلکہ اہم کتابوں [redacted] سے بھی ناواقف رہتے ہیں۔ ہمارے ہاں تخصص حدیث دراصل احادیث احکام کے مسلکی مطالعے سے عبارت بن کر رہ گیا ہے۔ مختلف مسالک کے اہل علم نے اپنے اپنے مسلک کی تائید کے نقطہ نظر سے منتخب احادیث کے مطالعے کو تخصص کا نام دے دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طلبہ کو اپنے فقہی اور کلامی موقف کے بارے میں چند گنی چنی احادیث اور روایات کے بارے میں تو واقفیت خوب ہو جاتی ہے، لیکن علوم حدیث کے اعلیٰ مباحث، ہدایت نبوی کے حقائق و معارف اور محدثین اسلام کی غیر معمولی کاوشیں طلبہ کی پہنچ سے باہر رہتی ہیں۔ یہی بلکہ اس سے بھی گیا گزرا حال فقہ کے تخصص کا ہے۔

☆ مطلق کیا ہے؟ مطلق وہ ہے جس میں محض ذات کا اعتبار کیا جائے کوئی صفت ملحوظ نہ ہو ☆

اس صورت حال میں اب تک کیے جانے والے تجربہ پر ازسرنو غور کر کے تخصصات کے ایسے نئے نصاب اور نظام کی تیاری کی فوری ضرورت ہے جہاں دینی مدارس کے فارغ التحصیل اصحاب سے ذی استعداد نوجوان اہل علم کو منتخب کر کے متعلقہ اسلامی علوم وفنون میں ٹھوس تربیت دی جائے۔ لیکن تخصص کا کوئی بھی نظام یا نصاب اس وقت تک موثر اور نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکتا جب تک تعلیم کے ابتدائی مراحل پر بھی بھرپور اور تفصیلی نظر ثانی نہ کی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تخصص کے لئے جس صلاحیت اور سطح کے رجال کار اور طلبہ درکار ہوں گے، جب تک وہ بنیادی اسلامی علوم میں گہری استعداد اور علوم آلیہ سے اچھی طرح واقفیت نہ رکھتے ہوں، ان کے لئے تخصص کی سطح پر اعلیٰ تعلیم کا حصول ممکن نہ ہو گا۔ اس لئے تخصص پر گفتگو کرنے سے پہلے چند ضروری اشارات قبل از تخصص مراحل کے بارے میں بھی پیش کرنا ضروری ہے۔

اس وقت امر واقعہ یہ ہے کہ دینی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کی بہت بڑی تعداد مساجد کی امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دے رہی ہے۔ بلاشبہ مساجد کی امامت اور خطابت مسلم معاشرہ میں ایک انتہائی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ معاشرہ کی دینی تشکیل اور رائے عامہ کی اسلامی تربیت میں ائمہ اور خطبا کے کام کو اساسی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی باک نہیں کہ درس نظامی کا موجودہ نظام اور نصاب پاکستان کے لئے مطلوبہ صلاحیت اور صفات کے ائمہ اور خطبا تیار نہیں رتا۔ امامت وخطابت کے لئے بہت سی ضروری صلاحیتوں کی تیاری کا بندوبست درس نظامی میں موجود نہیں۔ اسی طرح مستقبل کا امام بہت سی ایسی چیزیں پڑھنے پر خود کو مجبور پاتا ہے جو اس کے لئے امامت اور خطابت میں کسی بھی حیثیت سے کارآمد نہیں۔ منطق اور قدیم یونانی فلسفہ کے اعلیٰ مسائل سے پاکستان میں کسی بھی امام کو کوئی واسطہ نہیں پڑتا۔ اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدارس کے ثانوی اور اعلیٰ ثانوی سطح کے تین بلکہ چار سالوں کا نصاب اس طرح تیار کیا جائے کہ اس کے فارغ التحصیل حضرات اچھے امام، اچھے خطیب یا ابتدائی مدرس اور سرکاری سکولوں کے اچھے مدرس بن سکیں۔ اس سطح پر درس نظامی کی عام کتابوں کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشیات، اسلام کے سیاسی افکار، سیرۃ النبی، صدر اسلام کی تاریخ، تاریخ پاکستان، برصغیر میں اسلامی تحریکات کی تاریخ جیسے موضوعات کے علاوہ تجوید وقرأت کے مضامین کو لازمی طور پر شامل کیا جائے۔ اس سطح پر اردو وعربی کی ایک آسان تفسیر اور حدیث کی دو یا تین کتب ضرور شامل ہوں۔ ابتدائی سالوں میں جب طلبہ کی عربی کی

استعداد زیادہ نہ ہو تو اردو میں دستیاب احادیث کے مجموعوں میں سے کوئی ایک مجموعہ منتخب کیا جاسکتا ہے۔ میری ناچیز رائے میں سال اول و دوم میں معارف الحدیث اور سال سوم اور چہارم میں ترجمان السنۃ شامل کی جاسکتی ہیں۔ مزید برآں فقہ اور اصول فقہ کی متداول درسی کتب کے ساتھ ساتھ ایک یا دو کتابیں اردو اور آسان عربی میں شامل ہونی چاہییں۔ علمائے ندوہ نے اور مولانا محمد انور بدخشانی نے یہ کام بہت آسان کردیا ہے۔

جو طلبہ نصاب کا یہ مرحلہ مکمل کرلیں، ان کو مناسب سند دے کر ادارہ سے فارغ التحصیل کردیا جائے۔ میری ذاتی رائے میں طلبہ کا تقریباً پچاس فی صد حصہ اس مرحلہ پر فارغ ہوکر چلا جائے۔ اگلے مرحلے کے لئے صرف ذی استعداد طلبہ قبول کئے جائیں جس کا اصل مقصد امامت، خطابت، ابتدائی اداروں کی تدریس یا سرکاری اسکولوں کی ملازمت نہیں بلکہ ذرا اعلیٰ سطح کی تدریس ہو۔ یہ مرحلہ بھی تین سے چار سال تک مشتمل ہوسکتا ہے۔ مناسب یہ ہوگا کہ اس مرحلہ میں تخصص کے پہلے قدم کے طور پر طلبہ کو دو یا زائد گروپوں میں تقسیم کردیا جائے۔ کچھ طلبہ جو فقہ اور علوم فقہ میں تخصص کرنا چاہیں، ان کے نصاب کی تفصیلات میں فقہی کتابوں اور مضامین اور فقہی موضوعات میں مہارت اور تخصص پر زیادہ زور دیا جائے۔ جو طلبہ مثلاً علوم قرآن وتفسیر اور علوم حدیث میں تخصص کرنا چاہیں، ان کے تجویز کردہ نصاب میں فقہی کتب کی تعداد کو نسبتاً کم کرکے حدیث وتفسیر کی کتب شامل کی جائیں۔ لیکن درس نظامی کی موجودہ کتب چند ایک کے اضافے کے ساتھ دونوں گروپوں کے لئے رہنی چاہییں۔ اس سطح پر طلبہ کو اسلامی معاشیات، اسلامی بنکاری، اسلامی بیمہ کاری کے ساتھ ساتھ مغربی افکار اور نظریات کے بارے میں بھی ایک دو کتب لازمی طور پر پڑھائی جائیں۔ مناسب یہ ہوگا کہ اس مرحلے میں جو طلبہ داخل کئے جائیں، وہ انگریزی زبان سے کسی حد تک واقفیت رکھتے ہوں۔ مغربی افکار سے واقفیت کا بندوبست باقاعدہ نصابی کتب کے ذریعے بھی ہوسکتا ہے اور ماہرین کے توسیعی خطبات کے ذریعے بھی۔

مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مرحلے کو بھی دو ذیلی مرحلوں میں تقسیم کیا جائے۔ پہلا ذیلی مرحلہ جو دو سال پر مشتمل ہو تو وہ تمام طلبہ کے لئے مشترک ہو اور کوشش یہ کی جائے کہ ان دو سالوں کے دوران موقوف علیہ تک کی بنیادی اور اساسی کتب اور مضامین ختم ہوجائیں۔ دوسرا ذیلی مرحلہ حدیث اور تفسیر کے طلبہ کے لئے الگ اور فقہ اور اصول فقہ کے طلبہ کے لئے الگ ہو۔ کچھ مضامین میں دونوں طلبہ

☆ مشترک وہ لفظ ہے جو ایسے ایک یا زیادہ معنوں کے لئے وضع کیا گیا ہو جن کی حقیقتیں مختلف ہوں ☆

شریک ہوں۔مثال کے طور پر جامع ترمذی کے درس میں دونوں گروپوں کے طلبہ شریک ہوں۔اسی طرح آیات احکام یا فقہی تفسیر کے متعلق مضامین بھی دونوں گروپوں کے لئے لازمی ہوں۔ان دونوں کے علاوہ چند اور مضامین بھی مشترک ہو سکتے ہیں۔

امید کی جانی چاہیے کہ ہدایہ کے چاروں حصے ابتدائی دو سالوں تک مکمل ہو جائیں گے۔اب اگلے دو سالوں کے نصابات میں جو طلبہ آگے چل کر فقہ میں تخصص کرنا چاہتے ہیں،ان کے کل مضامین کا آدھا حصہ فقہی مضامین پر مشتمل ہو اور باقی مضامین مشترک ہوں۔اسی طرح جو طلبہ آگے چل کر حدیث اور تفسیر میں تخصص کرنا چاہتے ہیں،ان کے لئے کل مضامین کا کم از کم پچاس فیصد حدیث اور تفسیر پر مشتمل ہونا چاہیے۔ان دو سالوں میں فقہ اور اصول فقہ میں آگے چل کر تخصص کرنے والے طلبہ کے لئے نصاب کا خاکہ اس طرح کا ہو سکتا ہے:

سال اول کی پہلی شش ماہی

۱۔عقود رسم المفتی

۲۔بدائع الصنائع کے منتخب ابواب،مثلاً کتاب الزکوۃ،کتاب النکاح،کتاب الطلاق۔

۳۔البحر الرائق کے منتخب ابواب

۴۔بدایۃ المجتہد (حصہ اول)

۵۔مجلۃ الاحکام العدلیہ (باب اول)

۶۔مشترک مضامین

۷۔مشترک مضامین

۸۔درس نظامی کی بقیہ کتب

سال اول کی دوسری شش ماہی

۱۔ردالمحتار کے منتخب ابواب

۲۔اصول السرخسی

۳۔بدایۃ المجتہد،حصہ اول

۴۔المغنی لابن قدامہ (منتخب ابواب)

۵۔المہذب فی اصول الفقہ المقارن۔جلد اول

۶۔مشترک مضامین

۷۔مشترک مضامین

۸۔درس نظامی کی بقیہ کتب

سال دوم کی دوسری شش ماہی

۱۔نیل الاوطار،منتخب ابواب

۲۔شرح معانی الآثار

۳۔احکام القرآن للجصاص

۴۔المہذب فی اصول الفقہ المقارن،جلد دوم

☆جب غالب رائے کے ساتھ مشترک کے کسی معنیٰ کو ترجیح حاصل ہو جائے تو اس کو مؤول کہتے ہیں۔☆

۵۔المستصفی للغزالی (از آغاز تا نہایت قطب ثانی) ۶۔مشترک مضامین

۷۔مشترک مضامین ۸۔درس نظامی کی بقیہ کتب

اس دو مرحلوں کی کامیاب تکمیل کے بعد طلبہ کی بڑی تعداد فارغ التحصیل ہو جائے گی۔وہ متد اول درس نظامی کی تمام اہم کتابیں اور بنیادی مضامین پڑھ چکی ہوگی۔ان کے علاوہ اور بھی متعدد مضامین سے ضروری واقفیت حاصل کر چکی ہوگی۔اب صرف وہ ذی استعداد طلبہ رہ جائیں گے جو اس مرحلہ پر بھی بہت ممتاز اور نمایاں رہے ہوں۔ان کو تخصص کی سطح کی تعلیم کے لئے منتخب کیا جائے۔گویا اگر ادارے میں ابتدائی مرحلے میں ایک سو طلبہ داخل ہوئے ہوں تو ان میں سے پہلے مرحلے میں یعنی ثانوی تعلیم کے چار سال کی تکمیل پر کم از کم پچاس طلبہ کو فارغ کر دیا جائے۔بقیہ پچاس طلبہ میں سے کم از کم نصف یعنی پچیس اگلے مرحلے یعنی مزید چار سال کی تکمیل پر فارغ کر دیے جائیں اور تخصص کے مرحلے پر صرف ایک چوتھائی طلبہ کو قبول جائے۔یہ بات کہ ہر طالب عالم کو آخر تک ہر چیز پڑھائی جائے، نامناسب ہے اور نا قابل عمل۔نہ ہر طالب علم کی یہ استعداد ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے کہ اس کو آخری سطح تک ادارے سے وابستہ رکھنے پر اصرار کیا جائے۔

یوں تو تخصص کی ضرورت مختلف میدانوں میں ہے لیکن خاص طور پر درج ذیل شعبوں میں تخصص کی ضرورت آج انتہائی شدید ہے:

۱۔تفسیر اور علوم قرآن ۲۔حدیث اور علوم حدیث

۳۔فقہ اور اصول فقہ ۴۔افتا اور قضا

۵۔عقیدہ اور کلام ۶۔اسلامی معیشت و تجارت

۷۔تقابل ادیان ۸۔فکر جدید اور مطالعہ مغرب

۹۔اسلام اور اسلامی تہذیب عصر جدید میں ۱۰۔عربی زبان و ادب

تخصص کا پروگرام کسی صورت میں بھی تین سال سے کم نہیں ہونا چاہیے۔ان تین سالوں میں ابتدائی دو سال باقاعدہ نصابات اور مقررہ کتب کی تدریس کے لئے وقف ہوں، اور تیسرا سال تحقیقی مقالہ اور اپنے موضوع سے متعلق چند مضامین کی، جن کی تعداد دو یا تین سے زیادہ نہ ہو، تدریس پر مشتمل ہونا چاہیے۔

تخصص کی سطح پر متعلقہ میدان میں مغربی مفکرین نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے طلبہ کو گہری واقفیت ہونی

☆ اگر مشترک کا کوئی معنیٰ متکلم کے بیان سے ترجیح پائے تو وہ ''مفسر'' کہلاتا ہے ☆

چاہیے۔امید کی جانی چاہیے کہ تخصص تک پہنچنے والے تمام طلبہ انگریزی کتب اور تحریروں سے بسہولت استفادہ کرنے کے اہل ہوں گے۔

تخصص کی سطح پر مضامین ،موضوعات اور کتب کا تعین کرنے کے لئے تین معیارات کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۱۔ متعلقہ میدان تخصص کے بارے میں اکابر اسلام کی نمایاں خدمات اور ان کے اساسی کام سے طلبہ براہ راست واقف ہو جائیں۔

۲۔ متعلقہ میدان تخصص میں جو جو توسیعات اور ترقیاں ہوئی ہیں، ان سے طلبہ براہ راست مانوس ہو جائیں۔

۳۔متعلقہ میدان تخصص کی موجودہ صورت حال پورے طور پر طلبہ کی گرفت میں ہو، یعنی بیسویں صدی میں اس موضوع پر مسلمان اہل علم کا نمایاں کام کیا ہے، مغربی مستشرقین نے اس بارے میں کیا کہا ہے اور مستشرقین کے اثرات کے تحت دنیائے اسلام میں جو رجحانات پیدا ہوئے ہیں، ان سے کس طرح عہدہ برآ ہوا جا سکتا ہے۔

مثال کے طور پر فقہ اور اصول فقہ میں تخصص کے لئے ضروری ہوگا کہ ابتدائی دو سالوں میں جو نصاب پڑھایا جائے، وہ متقدمین کی کتابوں سے لے کر متاخرین تک ہر دور کی نمائندہ کاوشوں پر مشتمل ہو۔ اس سطح پر فقہ اسلامی کا تقابلی مطالعہ ناگزیر ہونا چاہیے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آج دنیائے اسلام میں مختلف فقہی مسالک کا ایک دوسرے سے ارتباط اور احتکاک ہو رہا ہے۔دنیا کے ہر بڑے شہر میں تقریباً ہر فقہی مسلک سے وابستہ مسلمان بڑی تعداد میں موجود ہیں جن کا ایک دوسرے سے روزانہ کوئی نہ کوئی فقہی واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ ان حالات میں فقہ کے متخصصین کو اپنے فقہی مسلک کے علاوہ دوسرے مسالک سے کسی قدر واقفیت کی ضرورت ہوتی ہے۔اس کام کے لئے ابن رشد کی بدایۃ المجتہد کے علاوہ دوسرے فقہی مسالک کی بعض منتخب کتب کے ابواب طلبہ کو پڑھانے چاہییں۔اسی طرح اصول فقہ کا تقابلی مطالعہ بھی ناگزیر ہے۔ایک معاصر سعودی عالم نے ''المہذب فی اصول الفقہ المقارن'' کے نام سے تقابلی اصول فقہ پر ایک جامع کتاب پانچ جلدوں میں تیار کی ہے۔وہ اس مرحلے پر بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

فقہ میں تخصص کے طلبہ کے لئے انگریزی اصول فقہ، ضابطہ فوجداری و دیوانی، تعزیرات پاکستان اور

☆حقیقت کی تین قسمیں ہیں نمبر۱:متعذرہ نمبر۲: مہجورہ، نمبر۳:مستعملہ ☆

پاکستان کے آئین اور دو ایک منتخب قوانین کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ ان قوانین کے مطالعے کا مقصد طلب وکیل یا انگریزی قانون کا ماہر بنانا نہیں بلکہ اس طرز فکر سے واقف کرانا ہے جس کی بنیاد پر انگریز قوانین مرتب ہوئے ہیں۔ اگر تخصص فی الفقہ کا مقصد اور ہدف ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ کے عمل میں حصہ لینا اور اس مقصد کو آگے بڑھانا ہے تو ملک کے قانون، عدالتی نظام اور دستوری نظا سے واقفیت ضروری ہے۔

تخصص کی سطح پر امید کی جانی چاہیے کہ طلبہ اعلیٰ استعداد کے حامل ہوں گے اور ان کو کوئی کتاب سبقاً سبقاً اول سے لے کر آخر تک پڑھانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس سطح پر استاذ کا کام رہنمائی کر اور طلبہ کا کام از خود مطالعہ ہونا چاہیے۔ تعلیم کے دو سالوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جانا چاہیے۔ یہ چاروں حصے پانچ پانچ مہینوں پر مشتمل ہو سکتے ہیں، پانچ مہینوں کی اس مدت میں ایک طالب علم پانچ سے سات موضوعات تک بآسانی مطالعہ کر سکتا ہے۔ اس مرحلے پر پوری پوری کتابیں سبقاً سبقاً پڑھانے کے بجائے امہات الکتب کے منتخب ابواب پڑھائے جائیں۔ ایک مضمون کا استاذ ہفتے میں تین یا چار مرتبہ طلبہ کو درس یا رہنمائی کے لئے دستیاب ہو اور بقیہ اوقات میں طلبہ از خود مطالعہ کریں اور مطالعہ کے نتائج کو تحریری طور پر مرتب کریں۔ یہ اسلوب انگریزی اور ملکی قانون کے مطالعہ میں بہت آسانی سے اختیار کیا جا سکتا ہے۔

یہاں مختلف موضوعات اور میدانوں میں تخصص کی مکمل اسکیم کی نشان دہی قبل از وقت ہوگی۔ اگر ان گزارشات سے فی الجملہ اتفاق ہو تو آغاز سے انتہا تک ایک مکمل نقشہ تجویز کرنا ہوگا۔ بنیاد اور ڈھانچہ کی تعمیر سے قبل اونچی منزلوں کی تعمیر کا کام اور اس کی تجاویز غیر مناسب ہیں۔ ان صفحات میں تخصص کے لئے دس میدان تجویز کیے گئے ہیں۔ کسی ایک ادارہ کے لئے ان سب میں بیک وقت تخصص کا پروگرام شروع کرنا نہ قابل عمل ہے اور نہ مناسب۔ بہتر یہی ہوگا کہ پہلے قدم کے طور پر بڑے بڑے دینی ادارے ایک ایک یا زیادہ سے زیادہ دو دو میدانوں میں تخصص کا پروگرام شروع کریں اور آہستہ آہستہ دوسرے شعبوں کی طرف قدم بڑھائیں۔

وفاق ہائے مدارس اور تنظیمات مدارس کی طرف سے ایک مستقل نظامت اعلیٰ برائے تخصصات شرعیہ قائم کی جانی چاہیے جو تخصص کا نصاب اور نظام وضع کرے۔ وفاق کی اجازت اور منظوری کے بغیر کسی ادارہ کو تخصص کا شعبہ قائم کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے۔ جہاں ایسے شعبے قائم ہوں، ان کی نگرانی

☆ مجاز، حقیقت نہیں، حقیقت کا نائب ہے ☆

مذکورہ نظامت اعلیٰ کرے اور معیار کی پابندی کو یقینی بنائے۔

ان صفحات میں اگر چہ گفتگو تخصص کے بارے میں کی گئی ہے، لیکن دو اہم باتوں کی نشاندہی کی اجازت چاہتا ہوں۔ان دونوں باتوں کا تخصص کے پروگراموں کی کامیابی سے بھی اگر براہ راست نہیں تو بالواسطہ تعلق ضرور ہے۔میری مراد عربی اور فارسی زبان کی تدریس سے ہے۔

عربی زبان کی تدریس

مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیجیے کہ بیشتر دینی مدارس میں عربی زبان کی تدریس کا موجودہ نظام ،نصاب اور انداز انتہائی ناقص، غیر تسلی بخش اور نا قابل قبول ہے۔عربی فارسی سے نابلد طلبہ فارسی کے ذریعے عربی صرف ونحو کے ضروری قواعد حفظ کرتے ہیں، پھر عربی کی از کار رفتہ اور فضول کتابوں کے ذریعے عربی صرف ونحو میں ''مہارت'' حاصل کرتے ہیں اور اس نامکمل اور انتہائی ناقص علم کے چند صفحات کورٹ کر عربی زبان وادب کے ماہرین بن جاتے ہیں۔ میں اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کی بنیاد پر عرض کرتا ہوں کہ مدارس میں عربی ادب کی ان کتابوں کی سالہا سال تدریس کرنے والے اساتذہ میں سے بیشتر ان کتابوں کے درسی اجزاء کے علاوہ عربی زبان وادب کے پورے ذخیرہ سے ناواقف رہتے ہیں۔

عربی زبان، جو دنیا کی سب سے زیادہ دقیق اور سائنٹفک زبان ہے،عربی ذخیرۂ الفاظ جو دنیا کی زبانوں کا سب سے وسیع ذخیرہ الفاظ ہے،عربی صرف ونحو جس کا مقابلہ شاید ہی کسی زبان کی صرف و نحو کر سکے،دینی مدارس کے علما کی بڑی تعداد کے لئے ایک بند دروازہ ہی رہتی ہے،واقعہ یہ ہے کہ عربی زبان کی تدریس میں ندوۃ العلما کا تجربہ بہت کامیاب اور شاندار رہا ہے۔اس تجربہ نے گزشتہ نصف صدی سے زائد کے عرصے میں اپنی افادیت اور خوبی کو اچھی طرح ثابت کر دیا ہے۔

لہٰذا عربی زبان کی تدریس کے پورے نصاب ونظام پر ندوہ کے تجربہ کی روشنی میں نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ندوہ کی مرتب کردہ ابتدائی کتابیں وسطانی مدارس میں پڑھائی جانی چاہییں۔مزید برآں عربی نثر کی عمدہ کتابوں کے منتخب حصے نصاب میں شامل ہونے چاہییں۔عربی شعر میں بھی متعدد مجموعے ایسے دستیاب ہیں جو حماسہ اور سبعہ معلقہ سے پہلے پڑھا دیے جائیں تو زبان کا اچھا ذوق پیدا ہوسکتا

☆ صاحبین کے نزدیک مجاز اسی وقت حقیقت کا نائب بنے گا جب حقیقت پرعمل کرنا ممکن ہو ☆

ہے۔

عربی نثر میں سیرت ابن ہشام، البدایہ والنہایہ اور مقدمہ ابن خلدون کے منتخبات پر مشتمل ایک ترتیب دے دی جائے اور نفحۃ العرب کے بعد پڑھائی جائے تو عربی نثر کی اچھی بنیاد بن سکتی ہے۔ میری ذاتی رائے میں مقامات حریری کی تدریس محض وقت کا ضیاع ہے۔ زیادہ سے زیادہ دو تین مقامے نمونے کے طور پر پڑھا دینا کافی ہے۔

فارسی زبان کا اہتمام

برصغیر میں ایک طویل عرصہ تک دینی علوم وفنون کی تدریس فارسی زبان میں ہوتی رہی ہے۔ فارسی ہی جنوبی ایشیا اور افغانستان کی علمی اور ثقافتی زبان رہی ہے۔ ہندو پاکستان کے دینی مدارس میں ابتدائی تعلیم بھی فارسی ہی میں ہوتی تھی۔ اگر چہ فارسی کو ذریعہ تعلیم بنانا اور دینی وعربی علوم کے لئے فارسی زبان کو استعمال کرنا اردو کے رواج پا جانے کے بعد غیر موزوں اور غیر مفید تھا، لیکن فی نفسہ فارسی زبان و ادب کی ضروری تعلیم میں بہت افادیت تھی۔ طلبہ برصغیر کے دینی ورثہ سے واقف ہو جاتے تھے۔ برصغیر کے دینی اکابر کی تحریروں تک ان کو رسائی حاصل ہو جاتی تھی۔ لیکن گزشتہ تیں چالیس سال سے فارسی کو مکمل طور پر ختم کر دینے کے رجحان سے بہت نقصان ہوا ہے۔ آج بہت سے علما کے لئے مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے اکابر کی کتابیں نا قابل فہم ہو گئی ہیں۔ فارسی زبان کے ذریعے اخلاق، تہذیب اور روحانیت کا جو عنصر نصاب تعلیم کی بنیادوں میں شامل ہو جاتا تھا، اس سے طلبہ قریب قریب محروم ہو گئے ہیں۔

ان حالات میں فارسی زبان کی (بطور ایک مضمون کے) تدریس کا احیا کرنا ضروری ہے۔ اگر ابتدائی دینی مدارس میں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ اردو، فارسی، حساب اور معاشرتی علوم کے مضامین شامل کر دیے جائیں تو پانچ سال کی مدت میں طالب علم قرآن مجید کا حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ نہ صرف اردو اور فارسی کی ضروری استعداد کا حامل ہو سکتا ہے بلکہ ضروری حساب اور ابتدائی ریاضی سے بھی واقف ہو سکتا ہے۔

وسطانی مدارس میں فارسی کو ایک لازمی مضمون کی حیثیت دی جانی چاہیے۔ اگر طالب علم ابتدائی مدارس

☆امام صاحب کے نزدیک اگر حقیقت پر عمل ناممکن بھی ہو تب بھی مجاز اس کا نائب بنے گا☆

میں آمد نامہ، گلزار و دبستان، کریما، پندنامہ، گلستان اور بوستان پڑھ چکا ہو (جو ایک گھنٹہ روزانہ کے حساب سے چار سال میں بہت آسان ہے) تو وسطانی مدارس میں مثنوی مولانا روم کے منتخبات، بہارستان جامی، کشف المحجوب، امام غزالی کی کیمیائے سعادت کے منتخب ابواب پڑھانا مشکل نہ ہوگا۔ پھر ثانویہ عامہ اور عالیہ میں حضرت مجدد الف ثانی کے بعض منتخب مکتوبات کو شامل کرنا آسان ہوگا۔ حضرت مجدد کے بعض طویل مکتوبات عقائد اور تصوف کے بنیادی اور مہتم بالشان مسائل کے بارے میں انتہائی عالمانہ اور وقیع مباحث پر مشتمل ہیں اور اچھی خاصی کتاب کی ضخامت کے برابر ہیں۔ ایسے چند مکتوبات کو نصابی کتاب کے طور پر پڑھایا جا سکتا ہے۔

عالم کی فضیلت

فضل العالمِ علی العابد کفضلِ القمرِ علی سائرِ الکواکب

(سنن ابو داود و ترمذی)

ایک عالم کو ایک عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے

جیسی کہ چاند کو دوسرے تمام ستاروں پر (حدیث شریف)

العلم نور

اپنے پیاروں کو عالم بناؤ............اپنا دین اور ملک بچاؤ

بغیر علم کے اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی............دنیاوی علم اللہ کی معرفت عطا نہیں کرتا

یہ دینی علم ہی کی شان ہے کہ وہ اللہ سے ملاتا ہے............دنیاوی علم محض وسیلہ روزگار ہے۔

علماء کی قدر کیجئے............عالم بنئے............جاہل رہنے پر قناعت مت کیجئے۔

تحریکِ فروغِ علم